یہ کہ گرفتار کر کے انہیں قید کر دے ۔ بعض دوسرے حالات میں قتل بھی جائز ہے جبکہ حالتِ جنگ رونما ہو جائے ۔ یا بقولِ بعض ان کی طرف سے پھر جنگ برپا ہونے کا خطرہ ہو۔ کچھ دوسرے حالات میں ان سے نمٹنے کی ایک ہی صورت ہے قتل ، اور وہ اس وقت جبکہ اُس کے سوا ان کی شورش کو کسی اور طریقہ سے دفع نہ کیا جا سکتا ہو اور مسئلہ خود اپنی جانوں کی حفاظت کا پیدا ہو جائے ۔

مسئلۂ بغاوت کے تمام پہلوؤں پر غور کرنے سے میں جو کچھ سمجھا ہوں وہ یہ ہے کہ جن حالات میں باغیوں کے قتل کی اجازت دی گئی ہے ان میں سے اکثر صورتیں وہ ہیں جو حالتِ جنگ سے متعلق ہیں اور ظاہر ہے کہ جب جنگ جاری ہو تو قتل کے لیے الگ حکم صادر کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی ۔ یہی صورت اُن حالات کی بھی ہے جن میں باغیوں کے مقابلہ میں دفاع کی خاطر ان کے قتل کی اجازت دی گئی ہے ، کیونکہ یہ ان کے اپنے ہی طرزِ عمل کا قدرتی نتیجہ ہے ۔ لہٰذا اِن احکام سے یہ نتیجہ اخذ نہیں کیا جا سکتا کہ باغیوں کے لیے شریعت کی جانب سے ایک حد مقرر ہے اور وہ ہے سزائے موت ۔ دراصل ان کی موت شریعت کو مطلوب نہیں ہے جیسا کہ پہلے وضاحت ہو چکی ہے بلکہ وہ بعض ناگزیر حالات میں واقع ہوتی ہے ۔ پس یہ کہنا زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے کہ مختلف حالات میں باغیوں کے لیے جو احکام دیئے گئے ہیں وہ سب تعزیر کی نوعیت رکھتے ہیں جس میں کبھی قتل تک بھی نوبت پہنچ جاتی ہے ۔ اسی بنا پر میں یہ خیال رکھتا ہوں کہ جرمِ بغاوت اُن جرائم میں سے نہیں ہے جن کے لیے شارع نے ایک خاص سزا (حد) مقرر کر دی ہے ۔

شاید یہ بغاوت کے جُرم کی خاص نوعیت ہی کا تقاضا ہے کہ اس کے احکام ایک طرف مشرکین و مرتدین کے احکام سے مختلف ہیں اور دوسری طرف ڈاکوؤں اور رہزنوں کے احکام سے بھی مختلف ہیں باغیوں کی اصل غرض و غایت یہ نہیں ہوتی کہ وہ لوگوں کا مال لوٹیں ، اور خواہ مخواہ لوگوں کو قتل کریں ، اور ملک کے اندر فساد پھیلائیں ۔ اسی طرح ان کی جدوجہد دین اسلام کے خلاف بھی نہیں ہوتی کیونکہ وہ مسلمان ہوتے ہیں اور ان کے مسلمان ہونے میں کسی کو شک نہیں ہوتا ۔ دراصل وہ امام یعنی حاکمِ وقت اور حکومتِ وقت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوتے ہیں ، اُس کے اقتدار کو چیلنج کرتے ہیں اور نظامِ حکومت کو بزور بدلنا چاہتے ہیں ۔ ان کی یہ کارروائی محض فساد فی الارض کے لیے نہیں ہوتی ، بلکہ ان کے پاس کچھ اصول اور دلائل ہوتے ہیں

جن کی بنا پر وہ امام وقت یا وقت کے نظام حکومت کے خلاف یہ معاندانہ رویہ اختیار کرتے ہیں۔ اپنے نزدیک وہ نیک نیتی سے اسلام کی بھلائی چاہتے ہیں۔ اس لیے ان کا مقصد عام مجرموں کے جرائم سے بالکل مختلف نوعیت رکھتا ہے اور ان کے نفوس جرائم پیشہ نفوس نہیں ہوتے۔ اگرچہ شریعت اسلامیہ نے ان سے جنگ کرنے کی اجازت دی ہے جس کے نتیجے میں ان کا قتل ہو جانا بھی ممکن ہے۔ لیکن یہ تشدد اس لیے روا رکھا گیا ہے کہ اس سے فتنوں اور اضطرابات کو ختم کیا جا سکے اور مسلمانوں کے قانونی سربراہوں کو وہ ضروری استحکام حاصل ہو جو ہر نظام کے لیے ضروری ہوتا ہے تاکہ وہ بارآور ہو سکے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی شریعت نے اُس غرض کی رعایت بھی ملحوظ رکھی ہے جس کی خاطر یہ جرم کیا جاتا ہے۔ باغیوں کے پیش نظر رئیس مملکت کو معزول کرنا یا وقت کی انتظامیہ کو معزول کرنا ہوتا ہے یا امام وقت کی اطاعت سے انکار کرتے ہیں۔ یہ تمام امور ملکی سیاست اور سیاسی نظام سے متعلق ہیں۔ باغیوں کے پاس اپنے اس خروج کے لیے کوئی نہ کوئی وجہ جواز ہوتی ہے اور کچھ دلائل ہوتے ہیں جنہیں وہ لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اگرچہ جن وجوہ و دلائل پر وہ اعتماد کرتے ہیں وہ ضعیف ہوتے ہیں، لیکن شریعت اُن کی اِس مخصوص حیثیت کا لحاظ کرکے احکام میں اُن کے اور دوسرے مجرموں کے درمیان فرق کرتی ہے جن کے جرائم کے محرکات اِس سے بالکل مختلف ہوتے ہیں۔ اوپر ہم نے مختصراً یہ بتا دیا ہے کہ ان کے احکام میں بعض نمایاں فرق کیا ہیں مگر اصولاً یہ سمجھ لینا چاہیے کہ باغیوں کو دوسرے مجرموں سے جو بنیادی فرق جدا کرتا ہے وہ ان کا سیاسی مجرم ہونا ہے نہ کہ اخلاقی مجرم ہونا۔ لہٰذا ان کی سزا میں بھی صرف اس بات کو سامنے رکھا جائے گا کہ وہ اطاعتِ امام کی طرف پلٹ آئیں۔ یہ مقصد حاصل ہو جائے تو اس کے بعد ان پر کوئی مواخذہ نہ ہوگا۔ اسی طرح جنگ کی حالت میں جو جرائم وہ کرتے ہیں ان کا حکم بھی عام جرائم جیسا نہ ہوگا۔ پھر چونکہ ان کی جنگ کسی شرعی تاویل پر مبنی ہوتی ہے اس لیے ان کا معاملہ مرتدوں اور حربی کافروں سے بھی مختلف ہوتا ہے جنہیں قتل کرنا اعلائے کلمۃ اللہ اور حفاظت دین کی خاطر مطلوب ہوتا ہے۔

باغیوں اور ڈاکوؤں کے درمیان اس لحاظ سے بھی واضح فرق ہے کہ ڈاکوؤں کے پیش نظر لوٹ مار، فساد انگیزی اور لوگوں کی جان و مال پر دست درازی ہوتی ہے۔ یہ ایک ذلیل حرکت ہے جو ایک مجرم

رسائل و مسائل

مسائلِ عشر پر مزید بحث

سوال: ترجمان القرآن جلد ۶۶ - جنوری ۱۹۶۶ء میں "عشر کے چند مسائل" کے زیرِ عنوان سوالات کے جواب سے مکمل رہنمائی نہیں ہوئی - جواب میں ایک جگہ درج ہے: "ہند و پاکستان کی زمینوں کے عشری یا خراجی ہونے کے مسئلے پر اگرچہ بحث ہوتی رہتی ہے لیکن اِس دیار کے مستند علماء کا جن میں حنفی اور اہلحدیث سب شامل ہیں، فتویٰ یہی ہے کہ مسلمانوں کی اراضی پر عشر ادا کرنا زیادہ صحیح اور محتاط مسلک ہے۔"

یہ بات بہت مجمل اور مبہم ہے - کسی متعین عالمِ دین کا متعین فتویٰ نقل نہیں کیا گیا۔ مملکتِ پاکستان بن جانے کے بعد ہند و پاکستان کی زمینوں کو ایک سطح پر لاکر بحث کرنا صحیح نہیں ہوگا

(بقیہ : اسلامی قانون تعزیرات)

نفس ہی سے صادر ہو سکتی ہے اور ایسا مجرم سخت عذاب کا مستحق ہوتا ہے تاکہ جان و مال اور امن و امان اور معاشرے کے نظم کی حفاظت کی جا سکے۔ اسی بنا پر ان کے لیے قتل، سُولی، قطعِ اعضاء اور جلاوطنی جیسی سخت سزائیں ہی معقول ہو سکتی ہیں جو ان کے جُرم کی نوعیت کے مناسبِ حال ہیں اور ایسی ہی سزائیں لوگوں کو آئندہ ارتکابِ جُرم سے روک سکتی ہیں۔ لیکن جیسا کہ ہم اوپر کہہ آئے ہیں، باغیوں کے اغراض و مقاصد اس سے بالکل مختلف ہوتے ہیں۔ ان کی نوعیت سیاسی ہوتی ہے، اور اپنے عقیدے کے مطابق وہ اصلاح کرنا چاہتے ہیں اور انہیں دین اور حکومت کی سربلندی مطلوب ہوتی ہے۔ لہٰذا اغراض و مقاصد کے اختلاف کی وجہ سے احکام میں بھی اختلاف ہونا لازم ہے۔

کیونکہ دونوں ممالک میں زمینوں کی ملکیت اور قبضے کی کیفیت بالکل بدل چکی ہے، لہٰذا تبدیلیٔ حالات کے نظریہ کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

دوم، علما میں اختلاف کی بنا پر ہی آپ سے رجوع کیا گیا ہے، تاکہ تسلی بخش اور ٹھوس جواب مل سکے۔

چند ایک مقامات پر مسئلہ کے بیان میں قدرے تضاد بھی پایا جاتا ہے جسے دُور کرنا نہایت ضروری ہے۔ ایک مقام پر کہا گیا ہے کہ "ہر مسلمان حکمران جو بھی زرعی محصول وصول کرے اسے شرعاً عشر یا خراج کا نام نہیں دیا جا سکتا۔ عشر یا خراج کی تعریف میں صرف وہی ٹیکس آ سکتا ہے جو اسلامی نظامِ حکومت کے زیرِ اہتمام اسی نیت کے ساتھ اور انہی قواعد و مقاصد کے تحت لیا اور دیا جائے جو شریعت میں عشر و خراج کے لیے مقرر ہیں۔ زمین پر جو رائج الوقت مالیہ عاید کیا جاتا ہے، اس میں عشر یا خراج کا کوئی بعید ترین تصور بھی کارفرما نہیں ہے"۔ اسی بحث میں دوسری جگہ طریقِ وصولی پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا گیا ہے: "ہاں، عشر ادا کرنے سے پہلے پیداوار میں سے مالیہ وضع ہو سکتا ہے"۔ ساتھ ہی فقہائے حنفیہ کا مسلک بتلاتے ہوئے اخراجاتِ کاشت کو عشر نکالتے وقت پیداوار سے کم نہ کرنے پر بھی عمل کرنے کا مشورہ دیا ہے۔ اگر عشر نکالنے سے پہلے پیداوار میں سے مالیہ وضع ہو سکتا ہے، تو کاشت کے اخراجات کیوں وضع نہیں ہو سکتے؟

ایک جگہ احتیاط اور اتقا کا تقاضا بیان کرتے ہوئے ہر مسلمان صاحبِ پیداوار پر ہر حال میں عشر کی پابندی لازم قرار دی ہے۔

التماس ہے کہ اس مسئلہ پر غور فرما کر صحیح رہنمائی فرمائیں۔

جواب: آپ نے ترجمان میں شائع شدہ جواب پر جو معارضات وارد کیے ہیں ان پر مزید گزارشات درج ذیل ہیں۔

آپ نے لکھا ہے کہ پاکستان بن جانے کے بعد ہند و پاکستان کی زمینوں کو ایک سطح پر لا کر بحث کرنا صحیح نہ ہوگا کیونکہ دونوں ممالک کی ملکیت کی کیفیت بدل چکی ہے۔ آپ نے یہ واضح نہیں کیا کہ

تقسیم کے بعد بھی جو زمینیں مسلمانوں کی ملک قرار پائی ہیں، ان میں وہ کونسی تبدیلی واقع ہوئی ہے جو احکام عشر میں تغیر کا باعث ہو سکتی ہے۔ میں نے تو ہندو پاکستان کا لفظ محض اس لیے استعمال کیا ہے کہ تقسیم سے قبل بہر حال یہ ایک ملک تھا۔ اس میں بسنے والے مسلمانوں کے مسائل بیشتر مشترک تھے اور ان میں رہنمائی کے لیے وہ بالعموم ایسے علماء سے رجوع کرتے تھے جن کی آرا پر پورے برصغیر میں اعتماد کیا جاتا تھا۔ اس طرح کی آرا سے استفادہ تقسیم کے بعد بھی کیا جا سکتا ہے۔ الّا یہ کہ وہ کسی ایسے مسئلے سے متعلق ہوں جس کی نوعیت اب بنیادی طور پر بدل چکی ہو۔ پاکستان کے قیام کے بعد جو زمینیں مسلمانوں کی ملک میں ہیں، میرے نزدیک ان پر عشر کا وجوب پہلے سے بھی زیادہ شک وشبہ سے بالاتر ہو گیا ہے، کیونکہ کسی خطۂ زمین میں ایک آزاد مسلم مملکت کے وجود میں آنے کے وقت جو اراضی مسلمانوں کی مملوکہ ہوں ان پر عشر لامحالہ واجب ہو جاتا ہے۔

مسلمانوں کی زرعی زمینوں پر عشر کے معاملے میں جس بحث واختلاف کا ذکر میں نے کیا ہے، اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا اور نہ اس سے میرا یہ مدعا تھا کہ جو شخص چاہے عشر دے دے اور جو شخص چاہے اختلاف کا سہارا لے کر عشر کی ادائیگی سے انکار کر دے۔ تھوڑا بہت اختلاف تو ہر مسئلے میں ہو سکتا ہے لیکن آخری رائے قائم کرتے وقت بہر حال دیکھا یہی جاتا ہے کہ مستند علماء کی اکثریت کا مسلک کیا ہے اور دلائل کس جانب زیادہ قوی اور راجح ہیں۔ ان امور کی وضاحت سے میرا سابق جواب خالی نہیں ہے، اگرچہ بحث میں اختصار کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ تاہم آپ نے چونکہ آرا کی تفصیل طلب کی ہے اس لیے میں چند علماء کی آرا پیش کرتا ہوں:

مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کی ایک کتاب "اسلام کا نظام اراضی" حال ہی میں تین سال قبل شائع ہوئی ہے۔ اس میں صفحہ ۱۶۳ پر وہ لکھتے ہیں:

"غیر مسلموں کی متروکہ زمینیں جو حکومتِ پاکستان نے مسلم مہاجرین میں تقسیم کیں، یہ سب زمینیں عشری ہیں۔ پاکستان بننے سے پہلے خواہ ان کی کچھ بھی حیثیت ہو، کیونکہ بنا لیے پاکستان اور دونوں حکومتوں کے معاہدۂ تبادلۂ جائداد کے بعد یہ سب اراضی بیت المال کے حکم میں داخل ہو کر حکومت کی تقسیم کے ذریعے مسلمانوں کی ملکِ ابتدائی بن گئیں اور مسلمانوں کی زمینوں پر عشر ہی لگانا چاہیے۔ اس لیے یہ سب عشری ہیں۔ اسی طرح وہ زمینیں جو پاکستان قائم ہونے سے پہلے غیر آباد تھیں، کسی شخص کی ملکیت میں

داخل نہیں تھیں۔ بعد میں حکومت نے ان میں پانی پہنچانے کے ذرائع مہیا کیے، ان کو آباد کیا اور مسلمانوں کو بقیمت یا بلا قیمت تقسیم کیا۔ یہ سب زمینیں بھی چونکہ ابتدائی ملکیت مسلمانوں کی ہوگی اس لیے عُشری قرار دی جائیں گی۔"

پھر آگے صفحہ ۱۶۹ پر لکھتے ہیں:

"جس خطے میں جو زمینیں مسلمان زمینداروں کے مالکانہ قبضہ میں نسلاً بعد نسلٍ چلی آتی ہیں ان کی ملکیت کو صرف اس بنیاد پر مشتبہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس علاقہ کی ابتدائے فتح کے وقت غیر مسلم مالکان کا قبضہ مالکانہ بدستور قائم رکھا گیا تھا۔"

صفحہ ۱۷۰ پر مفتی عزیز الرحمٰن صاحب مفتی اوّل دیوبند کے دو فتوے نقل کیے گئے ہیں۔ پہلا یہ ہے:

"ہندوستان میں جو اراضی مملوکہ مسلمین ہیں وہ عشری ہیں کیونکہ اصل وظیفہ مسلمانوں کی زمین کا عشر ہے پس بحالتِ اشتباہ اَحوط عشر نکالنا ہے"

دوسرا فتویٰ یُوں ہے:۔

"ہندوستان کی تمام زمینوں کا ایک حکم نہیں ہے، البتہ جو زمین مملوکہ مسلمین ہے اس میں عشر واجب ہے، مسلمانوں کو عشر نکالنا چاہیے۔"

اس کے بعد صفحہ ۱۸۲ پر مفتی محمد شفیع صاحب نے عنوان قائم کیا ہے" سرکاری مالگزاری ادا کرنے سے عشر ادا نہیں ہوگا" اس کے تحت لکھتے ہیں:

"اگر حکومت مسلم لوگوں سے زکوٰۃ اور عشر و خراج اسی نام سے اسی کے اصول شرعیہ کے موافق وصول کرے اور انہی کے مصارف پر خرچ کرنے کی پابندی کا اعلان کرے تو یہ زکوٰۃ یا عشر جو حکومت مسلمہ کو دیا جائے گا وہ شرعاً زکوٰۃ اور عشر ہی میں شمار ہوگا۔۔۔ لیکن حکومتِ پاکستان اس وقت تک مسلمانوں سے جو ٹیکس وصول کرتی ہے، نہ وہ زکوٰۃ کے اصول پر وصول کیا جاتا ہے، نہ زکوٰۃ کے نام سے لیا جاتا ہے، نہ زکوٰۃ کے مصارف میں صرف کرنے کی حکومت پابندی قبول کرتی ہے۔ اسی طرح زمینوں کی جو سرکاری